انتقاد کے لئے کتاب کے دو نسخے آنا ضروری ہے

انتقاد

شرح قصیدۂ بردہ

از علی محسن صدیقی

صفحات ۱۷۲ ، سائز $\frac{۳۰ \times ۲۰}{۱۶}$

کاغذ، کتابت عمدہ ، قیمت مجلد ۳٫۷۵ روپے۔

ناشر مکتبۂ اسحاقیہ ، جونا مارکیٹ ، پھول چوک ، کراچی ۔ ۲ ۔

دین اسلام اصولوں پر مبنی دین ہے ، اس میں محبت و عداوت لوجہ اللہ ہوتی ہے۔ ہر چیز کو اسی مقام پر رکھا جاتا ہے جو اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا ہے۔ اس دین میں شخصیت پرستی کے لئے کوئی جگہ نہیں، لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ کسی شخصیت کی فی سبیل اللہ کی جانے والی قربانیوں اور کوششوں کی قدر نہ کی جائے ، مطلب یہ ہے کہ جس قدر زیادہ جو اللہ سے محبت رکھے اسی نسبت سے اس سے محبت کی جائے اور ہر دم یہ نکتہ ملحوظ رہے کہ ہماری یہ محبت اللہ کی محبت کی وجہ سے ہے، اور کبھی ایسی صورت پیدا نہ کی جائے کہ اللہ کی محبت کو کسی شخصیت کی محبت میں گم کر دیا جائے۔

انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام در اصل اسی لئے محبوب ہوتے ہیں کہ وہ اللہ سے براہِ راست تعلق پیدا کرانے کا ذریعہ ہوتے ہیں اور خالق و مخلوق کے درمیان حائل ہونے والے تمام حجابات ختم کر دیتے ہیں۔ ہمیں یہ تمہید اس لئے کرنا پڑی کہ قرآن مجید اور تاریخ ہمیں انسانوں کی اس بنیادی نفسیاتی کمزوری سے بار بار خبردار کرتے ہیں کہ وہ اپنے انبیاء و اولیاء ، ائمہ و علماء ، محسنوں اور رہنماؤں کے اس درجہ عقیدت مند ہو جاتے ہیں کہ انکی یہ عقیدت مندی بتدریج انھیں شرک کی طرف لے جاتی اور طاغوت بن کر اللہ کی راہ سے روکنے کا سبب بن جاتی ہے۔

اللہ سے بندوں کا تعلق استوار کرنے میں انبیاء کرام کو تمام انسانوں پر فضیلت حاصل ہے، پھر

ان سب پر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو امتیازی مقام حاصل ہے کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں، آپؐ پر تکمیلِ دینِ اسلام ہوئی، آپؐ پر نازل ہونے والی کتاب، اللہ کی آخری کتاب قرار پائی۔ اور اس نے شرک کے ہر دروازہ کو بند کرکے انسانوں کو اللہ سے براہِ راست ہمکلام کر دیا، خاتم النبیینؐ کے اس مقام کو نہ پہچاننا انتہائی ضلالت ہے، اور احکامِ دین کو نافذ کرنے کا اسوۂ حسنہ پیش کرنے والی ذاتِ گرامی کی عظمت کا انکار ناشکری و کفر ہے۔

آپؐ کی اس رسالت و ہدایت کا اعتراف کرنے کے لئے ہر مسلم کلمہ طیبہ میں "محمد رسول اللہ" کا بدل و جان اقرار کرتا، اور آپؐ کی محبت کو دین و ایمان کا جزء قرار دیتا ہے۔ یوں تو ہر شخص اپنے محبوب کی تعریف اور اس کے لفظی و معنوی محاسن کو اپنے الفاظ میں بیان کرتا ہے۔ لیکن اس میدان میں شعراء کو بڑا مقام حاصل ہے۔ انھیں قدرت کی طرف سے مشاہدہ کی رسائی، قوتِ گویائی اور احساسات کا شعور بہت زیادہ عطا ہُوا ہے۔ لہٰذا وہ اپنی لباط کے مطابق اپنی صلاحیتوں کا شکر ادا کرنے کے لئے اپنے محبوب کی شان میں قصائد کہہ کر انھیں ہدیہ عقیدت پیش کرتے ہیں۔

زیرِ نظر کتاب ساتویں صدی کے مشہور مصری عربی شاعر محمد بن سعید بوصیری کے اس مدحیہ قصیدہ کی شرح ہے جو اُنھوں نے ذاتِ رسالت مآبؐ کی شان میں کہا تھا، اس سلسلہ میں یہ بھی مشہور ہے کہ شاعر پر فالج کا حملہ ہوگیا تھا اور اس قصیدہ کی وجہ سے اسے افاقہ ہوگیا اور خواب میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنی کملی (بردۃ) عطا فرمائی، اور اسی کملی کی وجہ سے اس قصیدہ کو قصیدہ بردہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ تو خواب کا واقعہ ہے اور علامہ ابن حجرؒ نے اس پورے واقعہ کی تردید کی ہے یعنی یہ کہ نہ شاعر فالج میں مبتلا ہُوا تھا نہ اسے کملی عطا ہوئی۔ البتہ اس سے مشابہ ایک مستند واقعہ کعب بن زہیر کا ہے کہ جب وہ معافی مانگنے کے لئے رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اُنھوں نے اپنا وہ مشہور قصیدہ رسول اللہؐ کی خدمتِ اقدس میں صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں، مسجد الرسولؐ میں سنایا تھا جس کا مطلع ہے ؎

بانت سعاد فقلبی الیوم متبول

متیّم اثرھا لم یفد مکبول

اس قصیدہ کو سننے کے بعد آپؐ نے اُنھیں داد دیتے ہوئے اپنی کملی عطا فرمائی، جب سے بعد

میں امیر معاویہؓ نے ان سے تیس یا بیس ہزار درہم میں خرید لیا تھا۔ وہ خود نیز ان کے بعد بعض خلفاء تبرکاً عید کے موقع پر اُسے پہنا کرتے تھے، بعض روایات میں یہ بھی اضافہ ہے کہ آپؐ نے کعب بن زہیر کو کملی کے ساتھ سو اونٹ بھی دئیے تھے۔

بوصیری کا یہ قصیدہ اگرچہ عربی ادب میں بلند مقام نہیں رکھتا لیکن جس سوز و گداز اور عشق و محبت کے جذبہ سے سرشار ہو کر اس نے یہ قصیدہ کہا تھا اور جس پیارے انداز میں اس نے اپنے ان شعروں میں اپنے خونِ جگر کو سمویا تھا وہ اپنا رنگ لائے بغیر نہ رہ سکا، چنانچہ عشق و محبت کی زبان بولنے والے صوفیہ میں اسے بڑی مقبولیت حاصل ہوئی، اور نہ صرف دینی مجالس بلکہ شادی و غمی کی تقریبات میں اسے پڑھا جاتا، اور حد یہ کہ ذاکرین اُجرت لے کر جنازوں کے ساتھ اسے گا گا کر پڑھا کرتے، اس قصیدہ کو مقدس و مقبول بنانے کے لئے مختلف فضائل و تاثیرات کی لایعنی فہرستیں بھی گھڑی گئیں۔ جن میں سے کچھ خواص "مشتے نمونہ از خروارے" شارح نے صفحہ ۲۳ سے ۳۰ تک درج کئے ہیں۔ ان فضائل پر ہی اکتفا نہ کی گئی بلکہ اس کے آدابِ تلاوت کا اہتمام قرآن مجید سے بھی زیادہ کیا جاتا یعنی پڑھنے سے پہلے وضو کرنا، قبلہ رو ہو کر پڑھنا اور معنی و مفہوم سمجھ کر پڑھنا۔ ہمیں حیرت ہوتی ہے کہ اس قسم کے فضائل نہ تو کعب بن زہیر کے قصیدے کے حصہ میں آئے جسے عالمِ بیداری میں صحابہ کے مجمع میں رسول اللہؐ نے سُن کر پسند فرمایا تھا نہ شاعرِ رسول اللہؐ حضرت حسان بن ثابتؓ کے ان قصائد کو نصیب ہوئے جو وہ رسول اللہؐ کی مدح، اور شعراء کفار کے جواب میں کہا کرتے تھے اور جن کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے خود رسول اللہ صلعم فرماتے تھے:

"اے حسان! ان کفار کی ہجو کا جواب دو اور روح القدس تمہارے ساتھ ہے"۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اصول سے دُور، حقائق سے بے نیاز، عمل اور اس کے مکافات سے غافل قوم اسی قسم کے اوہام و خرافات کا شکار رہتی ہے اور رسول اللہ صلعم کی سنت کو چھوڑ دیتی ہے جو مسلسل جہاد اور پیہم احکامِ الٰہی پر عمل تھی۔

ہمارے خیال میں یہ قصیدہ اس دَور کی خرافات میں کھوئی ہوئی اُمت کو قرآن و سنت کی طرف لے جانے کی ایک کوشش تھی، جیسے علامہ اقبالؔ مرحوم نے فرمایا تھا ؎

نغمہ کجا و من کجا ساز سخن بہانہ ایست — سوئے قطار می کشم ناقۂ بے زمام را

چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ اس میں رسول اللہؐ کی محبت، آپؐ کے بلند رتبہ کا تذکرہ، آپؐ کی عملی زندگی اور جہاد کی عظمت اور آپؐ کے معجزات میں قرآن مجید کی فوقیت کا واضح بیان ہے۔

ملاحظہ فرمائیے:

"رسول اللہؐ کو جو معجزہ ملا وہ تمام انبیاء کے معجزوں پر فوقیت رکھتا ہے، اس لئے کہ سابقہ انبیاء کے معجزے عارضی اور وقتی تھے اور آپؐ کا معجزہ یعنی کتاب اللہ رہتی دنیا تک دائم رہے گا۔

اس کتاب اللہ سے معانی اس طرح اُمنڈتے اور اُبھرتے رہتے ہیں جس طرح سمندر سے موجیں اُٹھتی رہتی ہیں۔

اس کتاب اللہ کے عجائب وکمالات کی نہ کوئی گنتی ہے اور نہ کوئی حد، یہی ایک ایسی کتاب ہے جسے خواہ کتنی بار پڑھا جائے طبیعت کو سیری نہیں ہوتی۔

کتاب اللہ ایک حوض ہے جس میں غوطہ لگانے سے باغیوں اور گناہگاروں کی سیاہی دھل کر سفیدی میں بدل جاتی ہے۔

یہی وہ کتاب ہے جس کے بغیر انسانوں میں عدل وانصاف قائم نہیں رہ سکتا"

لیکن اس بوالعجبی کا کیا علاج ہے کہ قرآن میں غوطہ زنی کرنے یا سوئے قطار روانہ ہونے کے بجائے یہ اُمت قصیدہ بردہ کے اشعار کا ورد کرنے میں لگ جائے اور اللہ تک براہِ راست پہنچنے کے بجائے شخصیتوں کو منتہا بنالے!! اپنی حالت کو سدھارنے کے لئے قرآن مجید کے احکام پر عمل کرنے کے بجائے قصیدہ بردہ کے اشعار دھو دھو کر پینے لگے۔

قرآن مجید تو فرشتوں سے یہ کہلواتا ہے: سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا (تیری ذات پاک ہے، ہمیں تو صرف اتنا ہی علم ہے جتنا تو نے ہمیں سکھایا) لیکن قصیدہ بردہ کے اول و دوم شعر کی خصوصیت یہ ہے کہ "اگر انھیں کاپی پر لکھ کر بارش کے پانی سے دھو کر پی لیا جائے تو جسے عربی زبان نہ آتی ہو وہ کم سے کم مدت میں عربی زبان سیکھ جائے گا" دیکھئے صفحہ ۲۶، یا للعجب،

اب بھلا اس شاعر کی کون سُنے گا جو کہتا ہے: ؎

اگر ہوتا زمانہ میں حصولِ علم بے محنت
تو اک جاہل جہاں کی سب کتابیں دھو کے پی جاتا

شارحِ قصیدہ بردہ جناب علی محسن صدیقی صاحب نے خاصی توجہ اور محنت سے قصیدہ کی شرح و تفسیر کی ہے اور مقدمہ میں قصیدہ سے متعلق بیش بہا معلومات یکجا کر دی ہیں۔ شاعر کے حالات اور اس کی فنی مہارت پر بھی اختصار کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔

اب ہم مختصراً ان غلطیوں کی طرف توجہ مبذول کرانا چاہتے ہیں جن میں سے زیادہ تر کتابت کی غلطیاں کہی جا سکتی ہیں۔

صفحہ ۳ پر "بحر ذخار" ذال سے ہے جبکہ صحیح "ز" سے "زخار" ہے، یہی غلطی صفحہ ۷، ۹ پر دہرائی گئی ہے۔ ذخیرہ سے اس مفہوم میں بحر ذخار عربی میں مستعمل نہیں۔

صفحہ ۱۳ پر فما لعینك ہے، صحیح "فما لعینیك" تثنیہ ہونا چاہیئے کہ آگے اکففا اور ھمتا بھی تثنیہ ہیں، یہ غلطی تین جگہ سے زیادہ دہرائی گئی ہے، دیکھئے صفحہ ۱۴ و ۶۶

صفحہ ۱۳ پر کتم کی جگہ دو جگہ ث سے کثم لکھا گیا ہے۔

صفحہ ۱۵ "لم یریا" کے بجائے "لم یرما" ہونا چاہیئے۔

صفحہ ۴۱ پر بھی یہی غلطی ہے۔

صفحہ	غلط	صحیح	صفحہ	غلط	صحیح
۴۱ و ۴۴، ۶	الظَّلَام	الظُّلْمَاء	۴۲	السلہام	السلہمام
۴۳	لاعذثٌ	لاأعذّث	۴۳	اللُّجَم	اللُّجُم
۴۳	الرِّ صناع	الرَّصناع	۴۷	صغیرۃٌ ذکل الطرفُ	صغیرۃٌ وتکلّ الطرفَ
۴۹	اَلیوان	إلیوان	۴۹	ظم	ظمی
۴۹	غمّوا	غمّوا	۴۹	لم یَشمَح	لم یُشمَح
۴۹	لم اَشمُ	لم تُشمَ	۵۰	رُام	رُامی
۵۱	جَوَارًا	جِوَارًا	۵۲	صیبا	سیبا
۵۲	شرُفِ القرآن	شَرَفِ القرآن	۵۳	غیرُ منتظم	غیرَ منتظم

ہمارے پاس جگہ نہیں اس لئے ہم صرف بطور نمونہ ابتدائی صفحات سے چند غلطیاں لے رہے ہیں۔ اس قسم کی کتابت کی غلطیاں اس کتاب میں بکثرت ہیں اگر ذرہ توجہ دی جاتی تو یہ غلطیاں نہ رہتیں۔

بعض الفاظ اوران کا ترجمہ قابلِ غور ہے :

صفحہ ۷۴، محتشم کا ترجمہ "معظم قابلِ احترام" کے بجائے "تکلف کرنے والا اور جھجکنے والا" ہونا چاہیئے، یعنی بڑھاپا وہ مہمان ہے جو بلا تکلف میرے سر پر براجمان ہو گیا۔

صفحہ ۷۸، پر حِشْیَة کے معنے "حمیت وغیرت" کئے گئے ہیں اگر "پرہیز" کئے جاتے تو معنی درست ہو جاتے۔

صفحہ ۸۳ ظلمتُ کے معنے "ترکتُ" غیر ضروری ہیں، اصل معنی ناانصافی کرنا، پورا حق ادا نہ کرنا ہیں اور وہی برمحل ہوں گے، شاعر کہہ رہا ہے کہ میں نے رسولؐ کی سنت کے ساتھ انصاف نہیں کیا وہ راتیں اللہ کی عبادت میں صرف کرتے تھے، وہ بھوک میں پیٹ پر پتھر باندھتے تھے اور ان کی سنت یہ تھی کہ وہ مال کی ضرورت ہونے کے باوجود مال کی محبت میں مبتلا نہ تھے، لیکن آپؐ کی ان سنتوں کے ساتھ ہم ظلم کرتے ہیں۔

صفحہ ۸۴۔ فاراھا ایما شمم کا ترجمہ "آپؐ نے اسے بہت بڑی بلندی دکھائی (اس سے بہت زیادہ اعراض کیا) یا ان سے منہ پھیر لیا" واضح نہیں۔

دراصل شمم کا تصور وہی ہے جو اُردو میں "بڑی ناک ہونا" یا "ناک چڑھانے" کا ہے یعنی کسی چیز کو حقیر سمجھنا اور اسے خطرہ میں نہ لانا مطلب یہ ہے کہ جب پہاڑوں نے پیش کش کی کہ وہ سونا بن جائیں تو آپ نے اسے شدت سے ناپسند کیا اور اسے بنظرِ تحقیر دیکھا۔

صفحہ ۸۶ " نبی بلا ہمزہ کا مادہ ہے نبوۃ" حالانکہ " ۃ " مادہ میں نہیں ہوتی مادہ صرف "نبو" ہے۔

صفحہ ۹۰ محاسن کا واحد "محسن" بتایا گیا ہے حالانکہ غیر قیاسی طور پر اس کا واحد "حُسْن" ہے۔

صفحہ ۹۸۔ حَشَم کے معنی "دبدبہ و رعب" کئے گئے ہیں، حالانکہ یہ جمع ہے اور آدمی کے حمایتیوں اور خادموں کے لئے بولا جاتا ہے۔

صفحہ ۹۹۔ " ابان مولدہ عن طیب عنصرہ" میں مولد بمعنی "زمانہ ولادت" کے بجائے ظرف مکان لینا مناسب رہے گا، اور مکان میں بھی بجائے مکہ کے وہ خاندان جس میں آپؐ پیدا ہوئے تھے زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتا ہے ورنہ پھر مولد بمعنی مصدر ہی بہتر ہوگا، اسی طرح اگلے مصرع میں بھی مبتدا اور مختتم بھی مصدر کے معنے میں لئے جا سکتے ہیں۔

پورے شعر کا ترجمہ یہ کیا گیا ہے:

"آپ کے زمان ولادت نے آپ کی اصل کی پاکیزگی کو ظاہر کر دیا، آپ کے زمان ولادت و وفات یا مقام ولادت و وفات کیا ہی پاکیزہ ہیں۔"

ہمارے خیال میں اس کا ترجمہ یہ ہے:

آپ کی پیدائش (یا مکانِ پیدائش) نے آپ کے خاندان کی پاکیزگی و عمدگی کو ظاہر کیا، آپ کی زندگی کا آغاز و اختتام کس قدر پاکیزہ و عمدہ ہے، یعنی آپ کی پاکیزہ ابتدا اور آپ کی زندگی کا کامیاب اختتام کس قدر خوشگوار ہے۔

صفحہ ۱۰۳۔ جنّ کی جمع "جنات" نہیں۔ جِنّ تو خود جمع ہے اور اس کا واحد جِنّی ہے۔

صفحہ ۱۲۲۔ مدیح بمعنی مادح، مدح کرنے والا درست نہیں۔ یہ مدحیہ قصیدہ کے معنے میں استعمال ہوتا ہے جیسا کہ صفحہ ۱۵۶ پر بتایا گیا ہے۔

فما تطاول آمال المدیح الی

ما فیہ من کرم الاخلاق والشیَم

اس شعر میں مدیح بمعنی مادح کر کے پھر اسے جمع بھی بنایا گیا ہے۔ اور ترجمہ یوں کیا گیا ہے:

"اس لئے کہ (آنحضرتؐ کے) مداحوں کی آرزوئیں آپ کے خلق کسبی اور ذاتی خوبیوں تک نہیں پہنچ سکیں (لیعنی آپ کے اخلاق کریمانہ کا احاطہ مدح سراؤں کے متخیلہ کے بس میں نہیں ہے' اس لئے شاعر نے آپ کی مدح کو معجزات کے ذکر تک محدود رکھا ہے)

شاعر در اصل کہنا یہ چاہتا ہے کہ مدیہ قصیدہ کے حوصلے اتنے کیونکہ بڑھ گئے یا اس کی آرزوئیں اپنی حد سے آگے بڑھ کر اتنی گستاخی کیسے کرنے لگیں کہ آپ کے اخلاقِ کریمہ اور عاداتِ فاضلہ کو اپنے احاطہ میں لانے کی خواہش کر رہی ہیں۔ ان کی اتنی جرأت چہ معنی دارد ؟!

صفحہ ۱۴۲۔ حرام مہینوں کے سلسلہ میں یہ لکھنا کہ ان چار مہینوں (ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب) میں "جنگ و جدل عرب جاہلیت و نیز ابتدائے اسلام میں حرام قرار دی گئی تھی" یہ بتا رہا ہے کہ آخری زمانہ میں ان مہینوں کی حرمت کا حکم منسوخ ہو گیا، حالانکہ ایسا نہیں ہے، اس حرمت کا یہ مطلب نہیں کہ دشمن مسلمانوں کی اس پابندی سے ناجائز فائدہ اُٹھائے، اگر دشمن اس مدت میں

لڑائی پر مجبور کرے اور ان مہینوں کی حرمت کو ملحوظ نہ رکھے تو مسلمانوں کو کرہاً جوابی کارروائی کرنے کی اجازت دی گئی ہے تاہم حرمت کا حکم اپنی جگہ باقی ہے۔

صفحہ ۱۵۶۔ الصِّبا بفتح صاد نہیں بالکسر ہے اور اس کے معنے "کم سنی، نوعمری، بچپن" نہیں بلکہ جذب شوق وعشق ہے تب "غی" کا مفہوم درست ہوگا۔

صفحہ ۱۶۳۔ الحَیا کے بجائے الحَیَا ہے تب اس کے معنے بارش درست ہونگے، ویسے گھنے بادلوں کے لئے الحَبا مستعمل ہے جو یہاں غیر مناسب ہے۔

صفحہ ۱۷۱۔ " اھل التُّقیٰ والنُّقیٰ" میں النُّقیٰ کے بجائے النُّھیٰ ہونا چاہیئے۔ اھل النُّقیٰ کے معنے" نَقِیّ یا اُنقیاء" نہیں۔ البتہ نُقَاوَۃ کی جمع "نُقیٰ" ہے جس کے معنی "پسندیدہ" ہیں۔ اس طرح اھل النقی کے معنے پسندیدہ صفات والے کئے جاسکتے ہیں لیکن بہتر " اھل النھیٰ" ہی ہے۔

ہمیں امید ہے کہ اس کتاب کے آئندہ ایڈیشن میں پوری توجہ سے صحت کتابت کو ملحوظ رکھا جائیگا اور دیگر قابلِ غور مقامات پر نظر ثانی کر لی جائے گی، تاکہ کتاب زیادہ مفید ہو سکے۔

(عبدالرحمان طاھر سورتی)

بقیہ : فہرست مخطوطات

کے ساتھ ماوراء النہر کا سفر بھی کیا اور شیراز جاکر قاضی مقرر ہوئے اور وہیں آپ نے وفات پائی۔

آپ جزیرہ ابن عمر کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے جزری کہلاتے ہیں۔

الاعلام میں خیرالدین زرکلی نے آپ کی ۲۳ تصانیف کا ذکر کیا ہے جس میں آٹھ طبع ہوچکی ہیں بقیہ یا تو قلمی ہیں یا ان کے طبع ہونے کی اطلاع نہیں ہے۔

زیرِ نظر کتاب امام جزری کی علم تجوید پر ہے۔ جو قاہرہ سے کئی بار طبع ہو چکی ہے یہ اگرچہ مختصر سا رسالہ ہے۔ تاہم اس میں علم تجوید کے بہت سے عمدہ اور مفید مباحث درج ہیں۔ اس کتاب کی ابتداء میں علم تجوید کی تعریف کی گئی ہے۔ اس کے بعد مخارج، وقف، الفات زائدہ اور لحون متداولہ سے بحث کی گئی ہے۔

زیرِ نظر نسخہ مکمل اور عمدہ لکھا ہوا ہے۔